۱۹

انتہائی قُربانی کے بغیر کامل ترقی نہیں ہو سکتی

(فرمودہ ۲۱ - جولائی ۱۹۳۳ء)

تشہّد' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ جس جگہ (پالم پور) اِن دنوں میرا قیام ہے- وہ رستہ کے لحاظ سے اور مسافت کے لحاظ سے بھی ایسی ہے کہ نہایت آسانی سے پانچ چھ گھنٹہ میں یہاں پہنچا جاسکتا ہے- اِس لئے میرا ارادہ تھا کہ میں ایک دو جمعوں کے بعد آنے والے جمعہ کے دنوں میں قادیان نماز پڑھایا کروں گا- اسی ارادہ کے ماتحت اس ہفتہ میرا ارادہ تھا کہ قادیان جاؤں اور جمعہ کی نماز پڑھاؤں- اور اس کے بعد لاہور میں کشمیر کمیٹی کے اجلاس میں ہوتا ہوا واپس چلا جاؤں- اس خیال کے بعد بعض مضامین میرے ذہن میں آئے اور میں نے خیال کیا کہ ان کے متعلق خطبہ میں مَیں اپنے خیالات ظاہر کروں گا- لیکن آج ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مجھے اپنا ارادہ بدلنا پڑا بلکہ اس کے اثر کے ماتحت وہ مضامین بھی ذہن سے نکل گئے- وہ واقعہ ایک رؤیا تھا- ایسی عجیب قسم کا رؤیا جس کو آنکھ کھلتے وقت میں سمجھنے سے بالکل قاصر تھا اور دل پر ایک عجیب ہیبتناک اثر تھا- مگر جوں جوں اس کی ظاہری صورت کی ہیبت دور ہوتی گئی اور تعبیر روشن ہوتی گئی' اس کے اثر کی کیفیت بھی ساتھ کے ساتھ بدلتی گئی- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام علم الرؤیا پر بحث فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک بہت بڑے خواب کی تعبیر چھوٹی ہوتی ہے- اور بعض دفعہ چھوٹی خواب ہوتی ہے مگر اس کی تعبیر بہت بڑی ہوتی ہے- بعض خوابوں میں برا نظارہ دکھایا جاتا ہے مگر اس کی تعبیر اچھی

ہوتی ہے- اور بعض دفعہ نظارہ اچھا دکھایا جاتا ہے مگر اُس کی تعبیر بری ہوتی ہے- میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ سارا کا سارا مضمون آپ نے کسی ایک کتاب میں لکھا ہے یا متفرق مقامات پر- مگر لکھا ہے اور اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خواب میں ایک بہت بڑے نظارہ کی تعبیر چھوٹی ہونے کی مثال دیتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ چاند' سورج' ستارے آپ کو سجدہ کرتے ہیں- مگر تعبیر کیسی معمولی نکلی کہ ماں باپ اور بھائی ان کے تابع ہوجائیں گے- خواب میں تو دکھایا گیا کہ سورج' چاند' ستارے سجدہ کرتے ہیں مگر تعبیر یہ ہے کہ باپ' سوتیلی ماں اور گیارہ بھائی ان کی اطاعت کرتے ہیں- یہ ایک بڑی خواب کی چھوٹی تعبیر کی مثال ہے- پھر چھوٹی خواب کی بڑی تعبیر کی مثال آپ نے وہ دی ہے- جس میں مصر کے بادشاہ نے دیکھا تھا کہ سوکھی گائیں بڑی گائیوں کو کھاگئی ہیں- بظاہر یہ ایک کتنا چھوٹا سا نظارہ ہے- اور بظاہر کتنی معمولی بات ہے مگر ایسا شدید قحط پڑا کہ ہزارہا میل کے علاقہ میں سات سال تک دنیا اس سے تباہ ہوتی رہی اور آخر آٹھویں سال اللہ تعالیٰ کی مدد آئی- اور اُس نے اِس بَلا کو دور کیا- اسی طرح کبھی برا نظارہ ہوتا ہے مگر تعبیر اچھی ہوتی ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض خوابوں کی تعبیریں بیان فرمائی ہیں- مثلاً آپ نے فرمایا کہ خواب میں پاخانہ نظر آئے تو اس کی تعبیر مال ہوتی ہے- یا خون نظر آئے تو اس کے معنی بھی مال کے ہوتے ہیں- اس کے برعکس بعض چیزیں اچھی ہوتی ہیں مگران کی تعبیر بُری ہوتی ہے- مثلاً خواب میں گنے کھانا یا بینگن کھانا یہ اچھی چیزیں ہیں' مگر تعبیران کی رنج وغم کا پہنچنا ہے- اسی طرح اگر کوئی شخص بکرا لٹکا ہوا دیکھے تو اس کے معنی موت کے ہوتے ہیں- یا کچا گوشت دیکھے جو سَیِّدُ الطَّعَامِ لَحْمٌ کے مطابق بہت اچھی چیز ہے مگراس کی تعبیر بھی غم ہے-

تو خوابوں کی تعبیر کا عجیب معاملہ ہوتا ہے- خواب میں ایک شخص اپنے دوست کے متعلق دیکھتا ہے کہ وہ مرگیا ہے لیکن مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ وہ دین میں کامل ہوگیا یا اس کی زندگی لمبی ہوگی- ہاں بعض دفعہ اس سے بے دینی بھی مراد ہوتی ہے- خواب میں ہنسنا ہمیشہ برا ہوتا ہے مگر رونے کی تعبیر خوشی ہے- سونا دیکھے جو ایک قیمتی چیز ہے تو اس کے معنی رنج کے ہوتے ہیں لیکن اگر چاندی دیکھے جو سونے کے مقابلہ میں بہت کم قیمت رکھتی ہے تو اس کے معنی خوشی اور ترقی کے ہوتے ہیں- یہ سب تعبیریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف مقامات پر لکھی ہیں- پھر آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ بعض دفعہ انسان

ایک رؤیا دیکھتا ہے جس کے ساتھ بعض کیفیات ہوتی ہیں- جو اصل میں خواب کا حصہ نہیں ہوتیں بلکہ دنیا سے متعلق ہوتی ہیں- مثلاً ایک شخص دیکھتا ہے کہ وہ گنا کھاتا اور خوش ہورہا ہے یا بینگن کھا کر خوش ہورہا ہے مگر مراد اس سے غم ہی ہے- یہ خوشی دراصل دنیا سے متعلق کیفیت ہے- چونکہ وہ گنے یا بینگن کو دیکھ کر دنیامیں خوش ہوتا ہے- اس لئے وہ خوشی خواب کا حصہ نہیں- یا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کچا گوشت تقسیم کررہا ہے اور میں نے اس کے ساتھ لڑ کر اپنا حصہ بھی لے لیا تو یہ شوق اور خوشی دنیا کا حصہ ہے- جو اسے گوشت کو دیکھ کر حاصل ہوئی- اصل خواب گوشت دیکھنا ہی ہے- یا مثلاً ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کا کوئی دوست مرگیا- اور وہ روتا ہے تو یہ رونا دنیا کی کیفیت ہے جو دوست کے مرنے پر پیدا ہوتی ہے- اصل یہی ہے کہ اس کے دوست کی عمر بڑھے گی یا اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے اندر پیدا ہوگی- اسی طرح ایک شخص سونے کے کنگن خواب میں دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے- یہ خوشی اس لئے ہے کہ وہ سونے کو دنیا میں اچھا سمجھتا ہے' ورنہ تعبیر اس کی اچھی نہیں- رسول کریم ﷺ نے خواب میں سونے کے کنگن دیکھے لیکن آپ چونکہ معرفت میں کامل تھے- اس لئے آپ نے انہیں پسند نہیں کیا- چنانچہ فرمایا کہ میں نے پھونک ماری اور وہ اُڑ گئے- اس کی تعبیر آپ نے یہ فرمائی کہ دو کاذب مدعی میرے مقابل پر آئیں گے مگر ناکام رہیں گے[1]- غرض میں جب رؤیا دیکھنے کے بعد اٹھا تو میری عجیب کیفیت تھی اور یہ ایسا نرالا رؤیا تھا جو کسی اثر کے ماتحت بالکل نہیں ہوسکتا- اور اگر اس کی تعبیر مجھ پر جلد نہ کُھل جاتی تو ایک لمبے عرصے تک میرے لئے تعجب اور پریشانی کا موجب بنی رہتی- وہ رؤیا یہ ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک کمرہ ہے جس کی بہت سی مشابہت اس گول کمرہ سے ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ سے پہلے مہمانوں کیلئے اور اپنے آرام کیلئے بنوایا تھا- ہم چھوٹے چھوٹے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایاکرتے تھے- اور اگر مجالس مسجد میں نہ فرماتے تو وہاں بیٹھتے تھے- رؤیا میں مجھ پر یہ اثر تو نہیں کہ یہ وہی گول کمرہ ہے مگر مشابہت اس سے ضرور ہے- میں دیکھتا ہوں کہ میں اس کے اندر ہوں- وہاں ایک میز پڑی ہے- ایک کرسی اس کے ایک طرف اور ایک دوسری طرف ہے شاید کوئی تیسری بھی ہو- مگر مجھے اُس وقت خیال نہیں- جو کرسی شمال کی طرف ہے اس پر ایک ایسا شخص بیٹھا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ سلسلہ کا دشمن

ہے۔ دوسری پر میں سمجھتا ہوں کہ میں بیٹھا تھا۔ ہم سے ہٹ کر مشرق کی طرف کچھ لوگ اور بیٹھے ہیں جو ابتداء میں ہماری طرف متوجہ نہیں تھے۔ میز پر ایک چھوٹی سی شیشی یا گلاس جیسا عرب لوگ قہوہ نوشی کیلئے استعمال کرتے ہیں اور ایک بوتل ہے۔ جس میں مَیں سمجھتا ہوں زہر ہے۔ میں نے بوتل میں سے کچھ قطرے گلاس میں ڈالے ہیں اور پانی یا کوئی اور پینے کی چیز حل کرنے کیلئے اس میں ملائی ہے۔ گویا میں اُسے پینا چاہتا ہوں۔ رؤیا میں ہی مجھ پر یہ اثر ہے کہ یہ ایسا زہر ہے جو قاتل ہے اور جس سے خودکشی کی جاتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دشمن سلسلہ بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خودکشی کررہا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ وہ یہی سمجھتا رہے۔ لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ پینے کیلئے میں نے جو ڈالا ہے وہ اتنا زہر نہیں کہ ہلاک کرسکے بلکہ اتنی مقدار دوائی ہے۔ ہاں مخالف یہی سمجھتا ہے کہ یہ خودکشی کرنے لگا ہے۔ اتنے میں مَیں نے مڑ کر دوسرے لوگوں کی طرف دیکھا۔ اور پھر مُڑا ہوں کہ اس زہر کو پی لوں۔ مگر خیال آیا کہ شاید اس مخالف نے میرے دوسری طرف متوجہ ہونے پر اس میں زہر کی مقدار زیادہ نہ کردی ہو اور حیران ہوں کہ اب کیا کروں۔ آخر مَیں فیصلہ کرتا ہوں کہ اسے گرادوں اور پھر مقررہ مقدار ڈال کر پیئوں۔ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال ہے۔ کہ یہ مخالف جو سمجھتا ہے کہ میں خودکشی کرنے لگا ہوں۔ اس پر ظاہر ہوجائے گا کہ یہ خودکشی نہیں کررہا۔ اس پر خیال کرتا ہوں کہ اسے نہیں پھینکوں گا۔ لیکن پھر خیال آتا ہے کہ ممکن ہے اس نے اور زہر ملادیا ہو اور پھر اسے پھینک دینے کا فیصلہ کرتا ہوں۔ مگر جب پھینکنے لگتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ یہ کہے گا اگر واقعی خودکشی کرنے لگا تھا تو اور چند قطرے ملادینے کی وجہ سے ڈر کیوں گیا۔ یہ بات اُس کے ارادہ کی اور زیادہ ممد ہوتی اور اس کیلئے آسانی پیدا کرتی۔ اور واقعی جب میں پھینکنے لگتا ہوں تو وہ یہی اعتراض کرتا ہے۔ کہ اگر واقعی آپ خودکشی کرنے لگے تھے تو پھر اسے پھینکنے کی کیا وجہ ہے مگر میں اسے گرادیتا ہوں اور پھر اپنے ہاتھ میں بوتل لے کر اس میں سے اتنے ہی قطرے ڈالتا ہوں جو میں سمجھتا ہوں انتہائی خوراک ہے۔ اور پھر گلاس کو بھی اور بوتل کو بھی اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھتا ہوں تاکہ میری نگاہ اِدھر اُدھر ہونے پر اس میں وہ پھر اضافہ نہ کردے۔ جو لوگ پرے ہٹ کر بیٹھے ہیں' ان میں سے بھی بعض اپنے دوست معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو دیتا ہوں کہ اس میں پانی یا عرق ڈال دو۔

یہ رؤیا ہے جو میں نے دیکھا اور ظاہر ہے کہ ایک مومن کیلئے خودکشی کی ظاہری شکل

بھی ایسی بھیانک ہے کہ رؤیا دیکھتے ہوئے یک لخت میری آنکھ کھُل گئی- اور اِس کا میرے دل پر ایک عجیب بوجھ تھا- میں اسے دل سے نکالنا اور بھلانا چاہتا تھا مگر یہ پھر غالب آجاتی تھی یہاں تک کہ میں نے اسے بھلانے کی بجائے سمجھنے کی کوشش شروع کردی- اور غور کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو ایک نہایت عجیب بات تھی- اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ جب کبھی کسی مومن جماعت کو اللہ تعالیٰ قائم کرتا ہے تو اس کے سپرد ایسے کام کردیتا ہے جنہیں لوگ خودکشی سمجھتے ہیں ان جماعتوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں' اپنے مال' اپنے اوقات اور اپنی عزت و آبرو سب کچھ قربان کردینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے- یہاں تک کہ لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں اور خودکشی کررہے ہیں- لیکن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیلئے ایک نگران مقرر کرتا ہے جو اس بات کا اندازہ کرتا رہتا ہے کہ جماعت کی قربانی آخری حد سے آگے نہ بڑھنے پائے- اور ان کیلئے زہر کا مترادف نہ ہوجائے بلکہ اس سے نیچے نیچے رہے- اور حقیقت یہ ہے کہ سب زہر ایک مقررہ حد تک نہایت مقوّی ہوتے ہیں- سنکھیا خطرناک قسم کا زہر ہے- مگر پُرانے ملیریا میں جب کونین دیتے دیتے تھک جائیں تو اس کی مقررہ مقدار سے فائدہ ہوتا ہے- پھر آتشک جیسے موذی مرض کا علاج بھی پارہ اور سنکھیا وغیرہ زہروں کے مرکبات سے کیا جاتا ہے- اسی طرح سرطان اور پرانے زخم وغیرہ جو اچھے نہیں ہوتے ان میں بھی سنکھیا وغیرہ کھلاتے یا اس کی دُھونی دیتے ہیں- اسی طرح افیون بھی زہر ہے مگر ہزارہا ادویات میں اس کا استعمال ہوتا ہے- اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ افیون آدھی طب ہے- پھر بیش ایک نہایت خطرناک زہر ہے جس کی تھوڑی سی مقدار بھی انسان کو ہلاک کردیتی ہے- مگر بیش ہی ہے جس سے گری ہوئی طاقت کو دوبارہ قائم کیا جاتا ہے- جن لوگوں کو مردانہ قوتوں کے متعلق مایوسی ہوچکی ہو وہ بیش وغیرہ کے نسخوں سے ہی صحت یاب ہوتے ہیں- غرض جب اللہ تعالیٰ کوئی رسول مبعوث کرتا ہے تو اس کے ساتھ جو دینی تعلیم ہوتی ہے اس کے رو سے ایسی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں کہ ایک حد سے گزر کر خودکشی کے مترادف ہوجاتی ہیں مگر اس سے نیچے نیچے وہ ترقی کیلئے ضروری ہوتی ہیں- جیسے قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ اس کے بغیر روحانی زندگی حاصل نہیں ہوسکتی- مگر اتنا نہیں کہ بالکل تہی دست ہوجاؤ اور نہ ہی ہاتھوں کو بالکل روک رکھو- اسی طرح جانوں کی قربانی کا حکم ہے- قرآن کریم میں جنگ احد کے متعلق آتا ہے کہ منافق کہتے اگر ہمیں علم ہوتا لڑائی

ہوگی تو ہم ضرور رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیتے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ انہیں علم نہیں تھا کہ لڑائی ہوگی۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ لڑائی کیلئے مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ اور اس پر دو روز سخت بحث ہوتی رہی۔ منافق باہر نکل کر لڑنے کو خودکشی قرار دیتے تھے اور جب وہ یہ کہتے کہ اگر ہمیں لڑائی کا علم ہوتا تو ضرور جاتے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ ہم تو اسے لڑائی نہیں بلکہ خودکشی سمجھتے تھے اس لئے نہ گئے۔ تو منافقوں نے اس وقت یہی کہا کہ یہ خودکشی ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خودکشی نہیں۔ جب تک اس طرح جانیں قربان نہ کی جائیں اور ایسی انتہائی قربانی نہ کی جائے کہ اس سے ایک قدم آگے خودکشی ہو اور دشمن کی نظر میں وہی خودکشی ہو کمزور ایمان والے ساتھی بھی اسے خودکشی ہی سمجھتے ہوں۔ لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم کی روشنی میں جانتے ہوں کہ یہ خودکشی نہیں۔ یہ نکتہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اِس خواب کے ذریعے مجھے بتایا۔ یہ نظارہ بتاتا ہے کہ ایک ایسی حد تک قربانی کرو کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھو تو خودکشی بن جائے۔ اور اگر اس حد سے پیچھے رہو تو قربانی مکمل نہ ہوگی اور فائدہ نہیں ہوگا۔ پس میں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ میں خطبہ میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاؤں اور بتاؤں کہ اگر ترقی چاہتے ہو تو اپنی قربانیوں کو اس حد تک پہنچادو کہ اُس سے ایک قدم آگے خودکشی ہو۔ پس کیا بلحاظ اموال' اوقات اور کیا بلحاظ جانوں کے' عزیزواقارب کے' وطن اور رشتہ داروں کی محبت اور عزت وآبرو کے قربانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرو۔ اور سب لحاظ سے قربانی کو اس حد تک پہنچادو کہ دشمن کی نظر میں تو وہ صریح خودکشی ہو مگر ہم جانتے ہوں کہ وہ خودکشی نہیں۔ ہاں اس سے ایک قدم آگے ضرور خودکشی ہے۔ یہ چیز ہے جس سے جماعت ترقی کرسکتی ہے اور جب تک یہ نہیں ہوگی کامیابی محال ہے۔ اِس وقت تک جس قسم کی قربانیوں کو ہماری جماعت کے لوگ قربانیاں سمجھتے ہیں' ویسی تو بہت سی دوسری قومیں بھی کررہی ہیں۔ حالانکہ مومن و غیرمومن میں فرق یہی ہے کہ غیرمومن موت سے ڈرتا ہے مگر مومن ہرگز نہیں ڈرتا۔ اور جب غیرمومن بھی ویسی ہی قربانیاں کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہماری قربانیاں موت کے مترادف نہیں۔ کیونکہ مومن موت کو خوشی سے قبول کرتا ہے لیکن غیرمومن اس سے ڈرتا ہے۔

پس معلوم ہوا ہے کہ جو قربانی ہم کرتے ہیں وہ موت کی حد تک نہیں پہنچی۔ وگرنہ

غیرمومن ویسی قربانی نہ کرسکتا۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہماری قربانیاں اس حد تک پہنچ گئی ہیں کہ دشمن کہہ رہے ہوں کہ یہ خودکشی کررہے ہیں۔ ہر جماعت کو اور ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ سوچنا چاہیئے کہ کیا ہماری جانی و مالی قربانیاں ایسی ہیں کہ دشمن کہیں اب نہیں بچ سکتے۔ یہ اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں جارہے ہیں۔ کیا ہمارے وقت اور عزت و آبرو کی قربانی اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ اگر پہنچ گئی ہے تو وہ جماعت یا فرد سمجھ لے کہ اس نے ایک حد تک انتہائی قربانی کی۔ لیکن اگر یہ نہیں' اگر دشمن اس کی بجائے یہ اعتراض کرتا ہے کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ دونوں روپیہ خرچ کرتے ہیں' اوقات خرچ کرتے ہیں۔ اگر یہ عزت کی قربانی کرسکتے ہیں تو ہم بھی موقع آنے پر اس سے دریغ نہیں کرتے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہماری قربانیاں اس حد تک نہیں پہنچیں جو انتہائی قربانی کی حد ہے۔ یہ امر کہ ہماری قربانیاں انتہائی حد کو پہنچ گئی ہیں دو ہی طریق سے معلوم ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ خداتعالیٰ خود کہہ دے اور الہام کے ذریعہ بتادے۔ یا پھر نتائج کے ذریعہ پتہ لگ جائے یعنی اللہ تعالیٰ ایسے نتائج پیدا کردے کہ دنیا کے قدم اس قوم کے سامنے لڑکھڑا جائیں اور دشمن پر لرزہ طاری ہوجائے۔ اگر تو الہام ہو یعنی خداتعالیٰ کہہ دے کہ تمہاری قربانیوں کی مقدار پوری ہوچکی تو ایسا انسان سمجھ لے کہ اس نے اپنا حق ادا کردیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں صحابہ کے متعلق آتا ہے۔ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ ؎ ۔ یعنی ان میں سے بعض نے اپنا حق پورا ادا کردیا اور بعض منتظر ہیں کہ موقع ملے تو ادا کریں۔ یہ اشارہ ایک صحابیؓ کے متعلق ہے جو جنگ میں شریک نہ ہوسکے تھے۔ لیکن اس کا انہیں اس قدر افسوس اور رنج تھا کہ جس طرح کسی عزیز کی موت کا ہوسکتا ہے۔ وہ کہتے تھے محمد رسول اللہ ﷺ جنگ کیلئے تشریف لے گئے اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالا اور میں شامل نہ ہوسکا۔ اس سے بڑھ کر افسوسناک بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ ایسی حالت میں بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔ اچھا پھر موقع آنے دو' میں بتاؤں گا کہ کس طرح جنگ کی جاتی ہے۔ پھر وہ ایک دوسری لڑائی میں شامل ہوئے اور ایسی جنگ کی کہ واقعی حق ادا کردیا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بعض مصلحتوں کے ماتحت مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور رسول کریم ﷺ سے مسلمان جدا ہوگئے۔ اُن کی بھاگنے کی قطعاً نیت نہ تھی مگر پھر بھی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ انہیں میل پاؤ میل پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس افراتفری میں ایک وقت ایسا آیا کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک وقت صرف ایک درجن اور ایک

موقع پر تو پانچ چھ ہی صحابہ رہ گئے- اُس وقت رسول کریم ﷺ کو ایک پتھر لگا اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے- اور وہ صحابہ جو آپ کے ساتھ تھے وہ بھی یا تو شہید ہوگئے اور یا زخمی ہوکر آپ ؐ کے ارد گرد گر پڑے- اُس وقت صحابہ کفار پر حملہ کررہے تھے کہ کسی نے آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور کردی- اُس وقت ایسا زبردست ریلا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جو آخر تک آپ کے ساتھ رہے تھے' آپ سے جُدا ہوگئے- اور اِس وحشت ناک خبر سے دلگیر ہوکر ایک صحابی بیٹھ گئے- اتنے میں وہی صحابی ادھر سے گزرے انہیں یہ واقعہ معلوم نہ تھا- اور یوں بھی مسلمان لڑائی سے بالکل نہ ڈرتے تھے- اسے ایک معمولی چیز سمجھتے تھے- وہ اُس وقت ہاتھ میں کھجوریں لئے کھاتے جارہے تھے- انہوں نے دوسرے صحابی سے اس طرح بیٹھنے کی وجہ پوچھی اور جب اُس نے سنایا کہ رسول کریم ﷺ شہید ہوگئے ہیں تو وہ کہنے لگے اگر رسول کریم ﷺ شہید ہوچکے ہیں تو ہمیں زندہ رہ کر کیا کرنا ہے- چلو جہاں آپ گئے ہیں وہیں ہم بھی چلیں- یہ کہہ کر لڑائی میں کُود پڑے اور شہادت کے بعد جب اُن کی لاش کو دیکھا گیا تو اس پر قریباً اسّی (۸۰) زخم تھے۵ -

اللہ تعالیٰ نے قَضٰی نَحْبَہٗ میں انہی کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر کبھی موقع آیا تو دکھاؤں گا کہ جنگ کس طرح کرتے ہیں اور فی الواقع دکھا دیا- خداتعالیٰ فرماتا ہے- مِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ - یعنی ایسے بھی ہیں جو حق ادا کرنا چاہتے ہیں- مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وہ پھر بچ جاتے ہیں- یہ وہ جماعت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے مقصد کو پالیا- بعض لوگ اپنے لئے ایک گول (GOAL) مقرر کرلیتے ہیں اور پھر عمل سے وہاں پہنچ کر دکھادیتے ہیں- مگر بعض کو موقع نہیں ملتا' ہاں وہ دل میں ضرور خواہش رکھتے ہیں کہ کاش! ہمیں بھی ایسا موقع میسر آئے- جس وقت حضرت خالدبن ولید ؓ کی موت کا وقت قریب آیا اور دوست احباب عیادت کیلئے آئے تو آپ بے اختیار روپڑے- دوستوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے تواسلام کی بہت خدمات کی ہیں- انہوں نے کہا کہ میں موت کے ڈر سے نہیں روتا بلکہ اِس کی وجہ اور ہے- میرے بدن سے کپڑا اُٹھا کر دیکھو- سر سے لے کر پاؤں تک کوئی ایک انچ جگہ بھی ایسی ہے جہاں زخم نہ لگ چکا ہو- اور جب انہوں نے دیکھا تو واقعی کوئی ایک انچ جگہ ایسی نہ تھی جہاں زخم کا نشان نہ ہو- آپ نے کہاکہ میں ہر جنگ میں شریک ہوا- اور ہرموقع پر میں نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا تاکہ شہادت کا درجہ

پاؤں- مگرافسوس کہ آج میں چارپائی پر پڑا مررہا ہوں اور مجھے میدانِ جنگ میں شہادت نصیب نہ ہوئی۔ ۶؎ - حضرت خالد بن ولید ؓ جنگوں میں شریک ہوتے رہے ہیں- کون کہہ سکتا ہے کہ انہیں شہادت نصیب نہیں ہوئی- تلوار کا ہر زخم جو اُنہیں لگا ان کیلئے شہادت تھی- مگر منشاءِ الٰہی یہی تھا کہ اُن کی وفات ان کے زخموں سے نہ ہو- غرضیکہ یہی وہ قربانی ہے جس کے نتیجہ میں ترقی حاصل ہوسکتی ہے- جسے دشمن خودکشی سمجھے مگر مومن جانتا ہو کہ اگرچہ یہ خودکشی نظر آتی ہے مگر میرے لئے خودکشی نہیں بلکہ ترقی کا ذریعہ ہے- پھریہی وہ قربانی ہے جسے دیکھ کر منافق کہتے ہیں کہ یہ لوگ بیوقوف ہیں- اور پھر ہمیں بھی بیوقوف بنانا چاہتے اور کہتے ہیں کہ تم بھی اسی طرح قربانی کرو- غرضیکہ دشمن اور کمزور ساتھی سب اسے ہلاکت سمجھتے ہیں مگر مومن جانتا ہے کہ یہ زندگی قائم کرنے کا ذریعہ ہے- یہ وہ مقام ہے جس کے ساتھ حقیقی راحت حاصل ہوسکتی ہے- لیکن جب تک نظر آنے والے زہر کی آخری مقدار میں سے ایک قطرہ بھی کم ہے اُس وقت تک قربانی نہیں- قربانی کے معنی موت کے ہیں- اور تم نے جو کچھ کیا اگر اس کے بعد زندہ رہ سکتے ہو تو وہ قربانی نہیں- پس اس رؤیا سے میں نے سمجھا کہ خودساختہ مضمون بیان کرنے کی بجائے یہی بیان کروں اور جماعت کو بتاؤں کہ تمہارے لئے ایک دروازہ کامیابی کا کھلا ہے اور وہ موت کا دروازہ ہے- اگر اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو جنون کی حالت پیدا کرو- کیونکہ جب انسان اپنی زندگی کو خدا کی راہ میں قربان کردیتا ہے' جب دوست دشمن سب سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ مرنے لگا ہے اور جس وقت صرف ایک کھڑکی کھلی ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی آواز آتی ہے جو بتاتی ہے کہ یہ ہلاکت نہیں- مگر انسانی علم اسے زندگی نہ کہہ سکے صرف خدا کا علم ہی بتائے کہ یہ موت نہیں' اُس وقت تم حقیقی ترقی حاصل کرسکتے ہو- رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں دیکھو مسلمانوں میں کیسی نیکی کیلئے رقابت پائی جاتی تھی- کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کام تو آپ نے بھی بڑے بڑے کئے ہیں پھر کیا وجہ ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف لوگ زیادہ کرتے ہیں- آپ نے فرمایا ابوبکر ؓ کا مقام اُسی کے ساتھ ہے- میرے دل میں بھی نیکی میں اُن سے آگے بڑھنے کا خیال تھا- ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے مالی قربانی کا ارشاد فرمایا اور رقابت کے خیال سے مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ مَیں آج ابوبکر ؓ کو شکست دوں گا چنانچہ آپ نے اپنا آدھا مال لیا اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کردیا- اُس وقت میرا دل فخر سے پُر تھا کہ آج میں

ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا- لیکن جب میں وہاں پہنچا تو ابوبکرؓ پہلے موجود تھے- اور جو کچھ ساتھ لائے تھے' رسول کریمؐ کے سامنے رکھا تھا- رسول کریم ﷺ نے جو ہر طرح صحابہ کا خیال رکھتے تھے' پہلے ان چیزوں کو دیکھا اور پھر حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ ابوبکر تم نے گھر میں کیا چھوڑا ہے انہوں نے فرمایا کہ صرف خدا اور اُس کا رسول یعنی جو کچھ تھا لے آیا ہوں- حضرت عمرؓ کہتے ہیں یہ سُن کر میری گردن نیچی ہو گئی- اور میں نے سمجھ لیا کہ میں ابوبکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے - ایسی قربانیاں کرنے والے ہمارے سلسلہ میں بھی تھے اور اب بھی ہیں- ایسے لوگ اِس وقت موجود ہیں جنہیں میں نے حکماً روکا ہوا ہے کہ اِس سے زیادہ چندہ دینے کی تم کو اجازت نہیں دی جا سکتی- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے- مجھے یاد ہے- میں ایک دفعہ حضور کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک منی آرڈر آیا جس کے کوپن پر کچھ لکھا تھا- جسے پڑھ کر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی جیسے جذبہ وفا کو دیکھ کر ایک رقت سی طاری ہو جاتی ہے- پھر آپ نے بتایا یہ منی آرڈر منشی رستم علی صاحب کا ہے اور لکھا ہے کہ حضور کی تحریر مالی تکالیف کے متعلق پہنچی- اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے ساتھ ہی میرے لئے اس میں حصہ لینے کا موقع بہم پہنچا دیا یعنی میری ترقی کا حکم آگیا ہے- ان کی تنخواہ ۷۰ روپے کے قریب تھی اور ترقی ہونے پر ایک سَو یا کچھ کم وبیش کا اس میں اضافہ ہوا تھا- انہوں نے لکھا یہ اضافہ اور جتنے عرصہ کی بقایا ترقی ملی ہے' وہ سب حضور کیلئے ہے- وہ میں بھیجتا ہوں اور پہلی تنخواہ سے چندہ بھی بھیجتا رہوں گا- آج بھی ایسے نمونے ہیں مگر ان لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قُرب حاصل تھا' اس لئے اُن کی قربانیاں عشق کے ساتھ ہوتی تھیں مگر افسوس کہ آج تحریکیں کرنی پڑتی ہیں- میرے دل پر ایک واقعہ کا بہت گہرا اثر ہے-

منشی اروڑے خان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا- وہ کپورتھلہ میں رہتے تھے- اور کپورتھلہ کی جماعت کے اخلاص کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس قدر تعریف فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے انہیں ایک تحریر بھی لکھ دی تھی جو انہوں نے رکھی ہوئی ہے کہ اس جماعت نے ایسا اخلاص دکھایا ہے کہ یہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے- وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بار بار درخواست کرتے کہ حضور کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں- آپ نے بھی وعدہ کیا ہوا تھا کہ جب موقع ہؤا آئیں گے-

ایک بار جو فرصت ملی تو اطلاع دینے کا وقت نہ تھا- اس لئے آپ بغیر اطلاع دیئے ہی چل پڑے- اور کپورتھلہ کے سٹیشن پر جب اُترے تو ایک شدید مخالف نے آپ کو دیکھا جو آپ کو پہچانتا تھا- اگرچہ وہ مخالف تھا مگر بڑے آدمیوں کا ایک اثر ہوتا ہے- منشی اروڑا صاحب سناتے ہیں کہ ہم ایک دُکان پر بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا تمہارے مرزاصاحب آئے ہیں- یہ سن کر جوتی اور پگڑی وہیں پڑی رہی اور میں ننگے پاؤں اور ننگے سر سٹیشن کی طرف بھاگا- مگر تھوڑی دور جاکر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائیں- اطلاع دینے والا مخالف ہے' اس نے مخول نہ کیا ہو- اس پر میں نے کھڑے ہوکر اسے ڈانٹنا شروع کردیا کہ تُو جھوٹ بولتا ہے' مذاق اُڑاتا ہے- مگر پھر خیال آیا کہ شاید آہی گئے ہوں- اس لئے پھر بھاگا- پھر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت نہیں ہوسکتی- اور پھر اسے کوسنے لگا- وہ کہے مجھے بُرا بھلا نہ کہو- میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اس پر پھر چل پڑا- غرضیکہ میں کبھی دوڑتا اور کبھی کھڑا ہوجاتا- اسی حالت میں جارہا تھا کہ سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لارہے ہیں- تو یہ جنون والا عشق ہے- ایک طرف تو اتنی محبت ہے کہ ننگے پاؤں اور ننگے سر بھاگ اُٹھے مگر پھر جب اپنے عاشق اوران کے معشوق ہونے کا خیال آتا' تو دل کہتا کہ وہ ہمارے پاس کہاں آسکتے ہیں- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں تو کچھ عرصہ بعد منشی اروڑے خان صاحب قادیان آگئے تھے- ایک دفعہ آپ نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں ملنا چاہتا ہوں- میں جو اُن سے ملنے کیلئے باہر آیا تو دیکھا اُن کے ہاتھ میں دو یا تین اشرفیاں تھیں- جو انہوں نے یہ کہتے ہوئے مجھے دیں کہ اماں جان کو دے دیں مجھے اِس وقت یاد نہیں کہ وہ کیا کہا کرتے تھے- مگر اماں جان یا اماجی- بہرحال ماں کے مفہوم کا لفظ ضرور تھا- اس کے بعد انہوں نے رونا شروع کیا- اور چیخیں مار مار کر اِس شدت کے ساتھ رونے لگے کہ ان کا تمام جسم کانپ رہا تھا- اگرچہ مجھے خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد انہیں رُلا رہی ہے مگر وہ کچھ اس بے اختیاری سے رورہے تھے کہ میں نے سمجھا کہ اِس میں کسی اور بات کا بھی دخل ہے- غرضیکہ وہ دیر تک کوئی پندرہ بیس منٹ بلکہ آدھ گھنٹہ تک روتے رہے- میں پوچھتا رہا کہ کیا بات ہے- وہ جواب دینا چاہتے مگر رقت کی وجہ سے جواب نہ دے سکتے- آخر جب ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے کہا کہ میں نے جب بیعت کی' اُس وقت میری تنخواہ سات روپیہ

تھی- اور اپنے اخراجات میں ہر طرح سے تنگی کرکے اس کیلئے کچھ نہ کچھ بچاتا کہ خود قادیان جا کر حضور کی خدمت میں پیش کروں- اور بہت سا رستہ مَیں پیدل طے کرتا تاکہ کم سے کم خرچ کرکے قادیان پہنچ سکوں- پھر ترقی ہوگئی اور ساتھ اس کے یہ حرص بھی بڑھتی گئی- آخر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضور کی خدمت میں سونا نذر کروں- جو تھوڑی سی تنخواہ میں سے علاوہ چندہ کے پیش کرنا چاہتا تھا- لیکن جب تھوڑ تھوڑا کرکے کچھ جمع کرلیتا تو پھر گھبراہٹ سی پیدا ہوتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھے اتنی مدت ہوگئی ہے' اس لئے قبل اس کے کہ سونا حاصل کرنے کیلئے رقم جمع ہو' قادیان چلا آتا اور جو کچھ پاس ہوتا- حضور کی خدمت میں پیش کردیتا- آخر یہ تین پونڈ جمع کئے تھے اور ارادہ تھا کہ خود حاضر ہوکر پیش کروں گا کہ آپ کی وفات ہوگئی- گویا اُن کے تیس سال اِس حسرت میں گزر گئے- انہوں نے اس کیلئے محنت بھی کی لیکن جس وقت اس کی توفیق ملی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوچکے تھے-

بظاہر یہ کتنی چھوٹی سے بات ہے- اُس وقت بھی سلسلہ کے کاموں پر ڈیڑھ دو ہزار روپیہ ماہوار خرچ ہوتا تھا- اور اب تو لاکھوں روپیہ سالانہ کا خرچ ہے اور ظاہر ہے کہ اس قدر اخراجات میں ان کے سونے کی کیا حیثیت ہوسکتی تھی- لیکن اس سے ان کے عشق کا اندازہ ہوسکتا ہے- ایک شخص اِسی آرزو میں عمر گزار دیتا ہے کہ روپیہ جمع کرکے سونا نذر کرے- سوچنا چاہیئے کہ آج کتنے ہیں جو اِس سے ہزارواں حصہ بھی عشق رکھتے ہیں- ایک شخص نے تیس سال تک کوشش کی- اب کتنے ہیں جو سلسلہ کیلئے قربانی کرنے کیلئے ایک ماہ بھی اس خواہش میں گزارتے ہیں- اس میں شک نہیں کہ اِس وقت بھی ایسے لوگ ہیں- مگر بہت ہیں جن میں قربانی کا مادہ نہیں- یہی چیز تھی- جو خداتعالیٰ نے مجھے رؤیا میں دکھائی اور بتایا کہ جب تک خودکشی تک تمہاری قربانی نہ پہنچ جائے- جس وقت دشمن یہ خیال نہ کرنے لگے کہ اب یہ مرگئے اُس وقت تک کامیابی محال ہے- پس یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جو میں پہنچاتا ہوں- اور یہ کوئی نیا پیغام نہیں وہی ہے جو قرآن کریم میں موجود ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں موجود ہے' آپ کے الہامات میں موجود ہے- مگر اللہ تعالیٰ نے پھر مجھے یہ تازہ پیغام دیا ہے جو میں نے آپ لوگوں کو پہنچادیا ہے- رسول کریم ﷺ کے متعلق احادیث میں آتاہے کہ بارش ہوتی تو آپ اس کا قطرہ زبان پر لے کر فرماتے کہ یہ میرے رب

کا تازہ فضل ہے ۸؎ - پس جب تک تمہارے اندر زندگی کی امید باقی ہے' وہ یاد دہانی کراتا رہے گا- مگر جب اُس نے یاد دہانی چھوڑدی اور تم قصوں میں پڑگئے تو وہ موت کاوقت ہوگا- پس یہ اُس کی تازہ یاددہانی ہے- لیکن دراصل وہی پیغام ہے جواُس نے آدمؑ 'نوحؑ 'موسیٰؑ ' عیسیٰؑ ' ابراہیمؑ اور محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا تھا- یعنی اگر خدا کا قرب چاہتے ہو خواہ وہ فردی ہو یا جماعتی' تو موت قبول کرو- اور صرف یہی نہیں کہ خود ہی یہ سمجھو بلکہ دوست دشمن سب کہیں کہ یہ ہلاکت کے منہ میں جارہے ہیں- اور منافق اس موت میں تمہارے ساتھ شریک نہ ہوسکیں- دشمن خوش ہو کہ بس یہ مرنے لگا ہے- اور صرف ٹھلنے کا بہانہ چاہیئے کہ یہ گیا- جب یہ مقام حاصل ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو مرنے نہیں دیتا- اسے اپنے بندوں کیلئے غیرت ہے- ایسی غیرت کہ اس نے ان شہداء کے متعلق جو سچ مچ مرچکے- جن کے متعلق وہ خود فرماچکا ہے کہ اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے- جن کے متعلق رسول کریم ﷺ کو اس نے کشف میں دکھایا کہ ایک صحابی ۹؎ کو جو جنگ بدر میں شہید ہوچکا تھا' اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور باریاب کیا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری اگر کوئی خواہش ہو تو بتاؤ میں اسے پورا کروں گا- مگر جب اس نے کہا کہ میری خواہش تو ایک ہی ہے کہ مجھے پھر زندہ کیا جائے تا پھر میں تیری راہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں تو باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش کو پورا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا' پھر بھی اسے فرمایا کہ اگرچہ تیری خواہش کا ردّ کرنا مجھ پر گراں گزر رہا ہے مگر میں عہد کرچکا ہوں کہ مُردوں کو زندہ کرکے پھر دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا۱۰؎ -

غرض باوجود اس کے کہ وہ لوگ مرگئے اور اس طرح ان کی موت واضح ہوچکی- پھر بھی حکم دیتا ہے کہ ان کو مُردہ مت کہو- اور اس صحابی نے جو خواہش کی یہی اصل مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندہ کے سامنے ہونا چاہیئے- جب تک یہ نہ ہو ترقی نہیں ہوسکتی- اور جب یہ ہوجائے تو پھر انسان کبھی نہیں مرسکتا- دیکھ لو ایک طرف تو ان لوگوں کو ایسے مُردے کہا ہے کہ جو باوجود اس قدر قُربِ الٰہی کے واپس نہیں آسکتے- ادھر اس صحابی کو یہ جواب دیتا ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود لوگوں کو یہی حکم دیتا ہے کہ ان کو مُردے مت کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں ۱۱؎ - اور جو ان مُردوں کو مرا ہوا کہنا برداشت نہیں کرسکتا وہ تم زندوں کو مُردہ دیکھنا کیسے گوارا کرے گا- اگر تم اس کی راہ میں مرجاتے ہو اور قبر میں دفن ہوکر کتبہ بھی لگ جاتا ہے

تو بھی اللہ تعالیٰ کہتا ہے اگر ایسے لوگوں کو مُردہ کہا تو اس کی سزا دی جائے گی۔تو یاد رکھو یہ وہ راز ہے جسے سمجھ لینے کے بعد تم پر موت وارد نہیں ہوسکتی۔ نہ تم کو کوئی فرشتہ مارسکتا ہے' نہ کوئی بادشاہ' نہ تمہیں زمین نگل سکتی ہے اور نہ آسمان کھاسکتا ہے کیونکہ جو اس مقام پر پہنچ جائے اس کیلئے موت نہیں بلکہ وہ ہمیشہ زندہ ہے

(الفضل ۲۷- جولائی ۱۹۳۳ء)

۱؎ بخاری کتاب التعبیر باب اذا طار الشیئ فی المنام

۲؎ اٰل عمران: ۱۶۸ ۳؎ الاحزاب: ۲۴

۴؎،۵؎ صحابی انس بن نضرؓ تھے' بخاری کتاب الجھاد باب قول اللّٰہ عزوجل من المومنین رجالٌ صدقوا ماعاھدوا الخ

۶؎ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ للنشر والتوزیع بیروت ۱۲۸۳ھ و اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۲ صفحہ ۹۵ بیروت لبنان ۱۳۷۷ھ

۷؎ ترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق

۸؎ مصنف ابن ابی شیبہ الجزء الثامن صفحہ ۵۵۴'۵۵۵ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء پر اسی مفہوم کی احادیث درج ہیں

۹؎ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام

۱۰؎ اسدالغابۃ جلد ۳ صفحہ ۲۳۲ داراحیاء التُّراث العربی بیروت ۱۳۷۷ھ

۱۱؎ البقرۃ: ۱۵۵